مقامِ سنّت

تحریر: عبدالرشید عراقی

به مصطفیٰؐ برساں خویش را که دیں همه اوست
اگر به او نه رسیدی تمام بولهبی ست

قرآن مجید اگر چہ ایک واضح اور کھلی ہوئی کتاب ہے، اس میں کوئی غموض واخفا نہیں ہے، لیکن اس میں اسلامی تعلیمات کی پوری تفصیل نہیں ملتی، اور تمام جزئیات کا احاطہ کرنا بھی بہت مشکل ہے۔ اس کے بہت سے احکام مجمل اور کلیات کی شکل میں ہیں جن کی وضاحت اور تشریح آنحضرت ﷺ نے اپنے قول و عمل سے فرمائی، اور آپؐ کا کام محض کلامِ الٰہی کو لوگوں تک پہنچانا نہیں تھا۔ بلکہ اس کی تشریح و تفصیل بھی آپؐ کے ذمہ تھی۔ اور قرآن مجید نے اس کی وضاحت کی ہے:

﴿وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس مانزل الیهم ولعلهم یتفکرون﴾ (النحل: ۴۴)

اور ہم نے آپکی طرف نصیحت (قرآن مجید) اتاری۔ تاکہ لوگوں کے لئے جو اتارا گیا ہے۔ اس کو (آپؐ) کھول کر بیان کریں شاید وہ اس پر غور و فکر کریں۔

علامہ سید سلیمان ندویؒ (م ۱۳۷۳ھ) حدیث نبویؐ کی تشریح و تفصیل اور تعریف ان الفاظ میں بیان فرمائی ہے:

"علم القرآن اگر اسلامی علوم میں دل کی حیثیت رکھتا ہے تو علمِ حدیث شہ رگ کی۔ یہ شہ رگ اسلامی علوم کے تمام اعضاء و جوارح تک خون پہنچا کر ہر آن ان کے لئے تازہ زندگی کا سامان پہنچاتا رہتا ہے، آیات کا شانِ نزول اور انکی تفسیر احکام القرآن کی تشریح و تعیین، اجمال کی تفصیل، عموم کی تخصیص، مبہم کی تعیین، سب علم حدیث کے ذریعہ معلوم ہوتی ہے۔ اسی طرح حاملِ قرآن حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی سیرت اور حیاتِ طیبہ اور اخلاق و عاداتِ مبارکہ اور آپ ﷺ کے اقوال و افعال اور آپؐ کے سنن و مستحبات اور احکام و ارشادات اسی علمِ حدیث کے ذریعہ ہم تک پہنچے ہیں۔ اسی طرح خود اسلام کی تاریخ، صحابہ کرامؓ کے احوال اور ان کے اعمال و اقوال اور اجتہادات و مستنبطات کا خزانہ بھی اسی کے ذریعہ ہم تک پہنچا ہے، اس بنا پر اگر یہ کہا جائے تو صحیح ہے کہ اسلام کے عملی پیکر کا صحیح مرقع اسی علم کی بدولت مسلمانوں میں ہمیشہ کیلئے موجود و قائم ہے اور ان شاء اللہ تا قیامت رہے گا"۔

(از مقدمہ تدوینِ حدیث مولانا مناظر احسن گیلانیؒ)

اسلام کی پوری عمارت قرآن مجید اور احادیثِ نبویؐ پر قائم ہے

جس طرح قرآن مجید کے اوامر و نواہی کا ماننا ضروری ہے اسی طرح رسول اللہ ﷺ کے اوامر و نواہی کا ماننا بھی ضروری ہے اور اسی کا نام حدیث و سنت ہے۔

مولانا شاہ معین الدین احمد ندویؒ لکھتے ہیں :

"درحقیقت اسلام کی پوری عمارت قرآن مجید اور احادیثِ نبویؐ پر قائم ہے۔ وہ کلامِ مجید کی تفسیر بھی ہے اس کے اجمال کی تفصیل بھی، اسکے کلی احکام سے جزئیات کی تفریع بھی، اور اسلام کے قرنِ اول کی تاریخ بھی، اس کے بغیر اسلام کی تعلیم اور اس کی ابتدائی تاریخ کے بہت سے اوراق سادہ رہ جاتے ہیں۔ اسلام کے ارکانِ اربعہ نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ کے تفصیلی احکام بھی نہیں معلوم ہو سکتے ہیں اور نہ اس کو حدیث کی مدد کے بغیر ادا کیا جاسکتا ہے۔ ان کے صرف کلی احکام قرآن مجید میں ہیں، اس کی تفصیل حدیث و سنت سے معلوم ہوتی ہے۔ یہی حال اکثر اوامر و نواہی اور حلال و حرام کا ہے۔ آنحضرت ﷺ کی بعثت، اسلام کا ظہور، اسکی تبلیغ، اس راہ کی صعوبتیں، غزوات، اسلام کا غلبہ و اقتدار اور حکومتِ الٰہیہ کا قیام، اس کا نظام، رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ طیبہ، اور آپؐ کی سیرت معلوم کرنے کا ذریعہ صرف حدیث ہے۔ اگر اس کو نظر انداز کر دیا جائے۔ تو اسلام کی بہت سی تعلیمات اور تاریخ اسلام کے بہت سے گوشے مخفی رہ جائیں گے۔ اس لئے احادیثِ نبویؐ اسلام اور اسلامی تاریخ کا بڑا قیمتی سرمایہ ہیں۔ اور اس پر ان کی عمارت قائم ہے"۔ (از مقدمہ تذکرۃ المحدثین جلد اول مولانا ضیاء الدین اصلاحی)

حدیث قرآن ہی کی شرح ہے

قرآن مجید باوجود اپنی جامعیت اور جملہ علومِ ضروریہ پر حاوی ہونے کے ایمان و عقائد اور اصولِ دین بیان کرتا ہے، اسکی حیثیت بنیادی قانون اور دستور اساسی کی ہے۔ اور ان قوانین کی تشریح و توضیح اور اس کی دفعات کی تفصیل بیان کرنا حدیث کا کام ہے۔ اور قرآن مجید میں ارشاد ہے : ﴿وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس ما نزل الیہم﴾ (النحل : ۴۴) "اور ہم نے آپؐ پر قرآن اتارا ہے تاکہ جو مضامین لوگوں کے پاس بھیجے گئے ہیں آپؐ انہیں وہ مضامین خوب سمجھادیں"۔

قرآن مجید نے دوسرے مقامات پر بھی اسکی وضاحت کی ہے کہ تمام اصول و قواعد کی تشریح و تفصیل اور تبیین آپؐ اپنی طرف سے نہیں، بلکہ اس فہمِ نبوت یا ملکہ نبوت کی رہنمائی سے کرتے تھے۔ جو اللہ تعالیٰ نے آپؐ میں ودیعت کیا تھا۔ دیکھئے (سورۃ النساء) آیت نمبر ۱۰۵ تا ۱۱۳۔ اور (سورۃ النحل آیت نمبر ۶۴)

آپ ﷺ جو بھی فرماتے تھے وہ درحقیقت ایک قسم کی وحی ہوتی تھی جس کو اصطلاح میں وحی خفی سے

تعبیر کیا جاتا ہے : ﴿ومایںطق عن الھویٰ ان ھو الا وحي یوحیٰ﴾ (النجم : ۳-۴)
"رسولؐ اپنی خواہش سے کچھ نہیں کہتے۔ بلکہ وہ وحی ہوتی ہے۔ جو اس کو کی جاتی ہے"

جو متن اپنے بیان کے مطابق محتاج شرح ہے۔ اگر اسکی شرح ضائع ہو جائے تو بلا شبہ وہ متن بھی باوجودیکہ اس کا ایک ایک حرف محفوظ ہے۔ ضائع ہونے ہی کے برابر ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ علمائے اسلام نے کبھی بھی قرآن مجید کو حدیث سے آزاد رہ کر نہیں دیکھا۔ امام اوزاعیؒ فرماتے ہیں :

" الکتاب احوج الی السنة من السنة الی الکتاب" (جامع بیان العلم وفضلہ : ۲/۱۹)
"کتاب اللہ سنت کی اس سے کہیں زیادہ محتاج ہے۔ جتنی کہ سنت کتاب اللہ کی محتاج ہے"۔

اور امام اوزاعی ہی کا ایک دوسرا قول (الموافقات : ۴/۲۶) میں ہے :

"کان الوحي ینزل علی رسول ﷺ ویحضر جبریل بالسنة التی تفسر ذلک"
"رسول اکرم ﷺ پر وحی نازل ہوتی تھی اور حضرت جبرئیل آپؐ کے پاس وہ سنت لے کر آتے تھے۔ جو اس (وحی) کی تفسیر کر رہی تھی"

ان ارشادات کی روشنی میں یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ قرآن مجید کے ساتھ ساتھ حدیث نبویؐ کو بھی تسلیم کرنا پڑے گا۔ آپؐ کے ذمہ صرف آیاتِ قرآنی کی تلاوت و تبلیغ ہی نہیں تھی بلکہ مسلمانوں کی تعلیم و تزکیہ بھی تھا۔ اس لئے کتاب اللہ کے ساتھ ساتھ حدیث بھی واجب العمل ہے اور آپؐ کا ہر قول و فعل مسلمانوں کے لیے نمونہ عمل تھا۔ ﴿لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنة﴾ (الاحزاب : ۲۱۰)
"لوگو! تمہارے لیے رسول اللہؐ کے اندر ایک اچھا نمونہ ہے"۔ اسی لئے حدیث کے بغیر قرآن مجید کو ماننا ایسا ہی ہے جیسے کسی کلام کو تسلیم کر کے اس کے مفہوم کا انکار کر دیا جائے۔

اصل دیں آمد کلام اللہ معظم داشتن ۔۔۔ پس حدیثِ مصطفیؐ بر جاں مسلم داشتن

اطاعتِ رسول

اللہ تعالیٰ نے اپنی اطاعت کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کا بھی حکم دیا ہے اور بہت سی آیات (اطیعوا اللہ) کے ساتھ ساتھ (اطیعوا الرسول) کا بھی حکم دیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے رسول اللہؐ کی بعثت کا مقصد ہی یہ بتایا ہے کہ حکمِ الٰہی اس کی اطاعت کی جائے : ﴿وما ارسلنامن رسول الالیطاع باذن اللہ﴾ (النساء : ٦۴)
"ہم نے جو بھی رسول بھیجا ہے صرف اسی لئے کہ اللہ کے حکم کے تحت انکی اطاعت و فرمانبرداری کی جائے"
دوسری جگہ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کو اللہ کی اطاعت کہا گیا ہے : ﴿من یطع الرسول فقد اطاع اللہ﴾ (النساء : ۸۰)

"جس نے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کی اس نے اللہ ہی کی اطاعت کی"۔ اللہ تعالیٰ نے واضح الفاظ میں اعلان فرمایا ہے : ﴿واطیعوا اللہ والرسول لعلکم ترحمون﴾ (آل عمران : ۱۳۲)

"اللہ تعالیٰ اور اسکے رسولؐ کی اطاعت کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے"۔

ان آیات کی روشنی میں یہ بات واضح ہوتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت ہر امر میں لازمی ہے۔ کسی بھی صورت میں اطاعتِ رسولؐ سے انحراف نہیں کیا جاسکتا۔ اطاعت رسول سے انحراف کی صورت میں اللہ تعالیٰ نے عذاب شدید کی دھمکی دی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

﴿فلیحذر الذین یخالفون عن امرہ ان تصیبھم فتنۃ اویصیبھم عذاب الیم﴾ (النور : ٦٣)

"پس ڈرنا چاہیے ان لوگوں کو جو پیغمبرؐ کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں اس بات سے کہ وہ کسی آزمائش اور فتنہ میں نہ مبتلا ہو جائیں یا ان کو دردناک عذاب آپکڑے"۔

رسول اللہؐ کی اطاعت عین اللہ کی اطاعت ہے اور رسولؐ کی نافرمانی اللہ کی نافرمانی ہے۔ آنحضرتؐ کا ارشاد ہے :

"من اطاعنی فقد اطاع اللہ و من عصانی فقد عصی اللہ" (صحیح مسلم)

"جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اسنے اللہ کی نافرمانی کی"۔

اطاعت کے ان احکام میں رسول اللہ ﷺ کے وہ تمام اقوال وافعال داخل ہیں جو آپؐ نے مسلمانوں کی تعلیم کے سلسلہ میں ارشاد فرمائے یا ان پر عمل کیا اس لئے کتاب اللہ کے بعد انکی حیثیت بھی قانون کی ہے، اور وہ مسلمانوں کے لئے کتاب اللہ ہی کی طرح واجب العمل ہیں۔ اور قرآن مجید نے واضح الفاظ میں اس کی تصریح کی ہے۔

﴿وماکان لمومن ولا مومنۃ اذا قضی اللہ ورسولہ امراً ان یکون لھم الخیرۃ من امرھم ومن یعص اللہ ورسولہ فقد ضلالاً مبینا﴾ (الاحزاب : ٢٦)

"اور کسی مسلمان مرد اور عورت کو یہ حق نہیں ہے کہ جب اللہ اور اسکے رسولؐ انکے کسی معاملہ میں فیصلہ کریں تو اس میں اس کو چون وچرا کا اختیار باقی رہے۔ اور جس نے اللہ اور اسکے رسولؐ کی نافرمانی کی وہ کھلی گمراہی میں ہے"۔

دوسری جگہ ارشاد ہے : ﴿وما آتاکم الرسول فخذ وہ ومانھاکم عنہ فانتھوا﴾ (الحشر : ٧)

"رسول اللہؐ نے جو کچھ تمہیں دیا ہے، اسے پکڑے رہو اور جس سے اس نے روکا ہے اس سے رک جاؤ"۔

آنحضرت ﷺ کا بھی فرمان ہے : ﴿مانھیتکم عنہ فاجتنبوہ وماامرتکم بہ فافعلوہ﴾ (صحیح مسلم)

"میں جس چیز سے تم کو منع کروں اس سے رک جاؤ اور جس چیز کا حکم دوں اس کو اختیار کرو"۔

مذکورہ بالا آیاتِ قرآن سے صاف ظاہر ہے کہ اطاعت نام ہے کسی حکم کی تعمیل کا یا کسی عمل کی تابعداری کا یعنی رسولؐ جو حکم دیں اسکی تعمیل اور جس چیز پر آپؐ عمل کریں اس پر عمل کیا جائے اسی کا نام حدیث وسنت ہے۔

حدیث کے بغیر قرآن مجید کے بعض مقامات سمجھے نہیں جا سکتے :

قرآن مجید کے بعض مقامات ایسے ہیں، جو بغیر حدیث کی مدد کے سمجھ میں نہیں آسکتے، اور انکا مفہوم اور مطلب مبہم اور بڑی حد تک تشنہ رہ جائے گا۔ طوالت کے خوف سے میں یہاں صرف دو تین مثالیں پیش کروں گا :

۱۔﴿و لقد اٰتیناک سبعاً من المثانی والقرآن العظیم﴾(الحجر : ۸۷)
ہم نے آپؐ کو سبع مثانی عطا کی اور قرآن عظیم دیا"۔

یہ "سبع مثانی" کیا چیز ہے ؟ حدیث نے بتایا کہ "سبع مثانی" سورۃ الفاتحہ ہے (اخرجہ البخاری والترمذی عن ابی ھریرۃؓ، الاتقان للسیوطی : ۲/ ۱۹۷)

۲۔ ﴿الم ترا لی الذی حاج ابراھیم فی ربہ﴾(البقرۃ : ۲۵۸) " کیا تم نے اس شخص کو نہیں دیکھا جس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے مباحثہ کیا تھا۔ اپنے پروردگار کے بارے میں" قرآن مجید نے اس شخص کا کہیں تذکرہ نہیں کیا۔ روایات سے معلوم ہوا۔ کہ یہ شخص نمرود بادشاہ تھا" (الاتقان : ۲/ ۱۴۵-۱۴۶)

۳۔﴿عبس و تولی ان جآء ہ الاعمٰی﴾ (عبس ۱-۲)" پیغمبرؐ چیں بجبیں ہو گئے اور منہ موڑ لیا" اس بات پر کہ ان کے پاس نابینا شخص آیا"۔

کیا آیاتِ قرآن سے پتہ لگ سکتا ہے کہ نابینا شخص کون تھا؟ اور جن لوگوں سے آپؐ مصروفِ گفتگو تھے۔ جن کا اگلی آیات میں تذکرہ ہے۔ یہ کون لوگ تھے ؟؟ حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ سردارانِ قریش سے مصروفِ گفتگو تھے اور امید بندھ رہی تھی کہ شاید اسلام کی بات انکے دل میں اتر جائے، اتنے میں ایک نابینا صحابی حضرت عبداللہ بن ام مکتومؓ آگئے اور آپؐ سے کوئی مسئلہ دریافت کرنے لگے۔ (تفسیر ابن کثیر : ۴/ ۴۷۰)

حُجیّتِ حدیث

حدیثِ نبوی ﷺ قرآن کا بیان اور اس کی شرح ہے، اگر قرآن کی تشریعی حیثیت تسلیم کی جاتی ہے، تو اس کے بیان و شرح کی بھی تشریعی حیثیت تسلیم کی جائے گی۔ آنحضرت ﷺ نے قرآن مجید کی تشریح فرمائی ہے۔

امام شاطبیؒ فرماتے ہیں۔ " فکانت السنۃ بمنزلۃ التفسیر و الشرح لمعانی احکام الکتاب "(الموافقات : ۴/ ۱۰) "سنت کتاب اللہ کے احکام کے معانی کے لیے تفسیر و شرح کا درجہ رکھتی ہے"۔

قرآن مجید مطالبہ کرتا ہے کہ حضرت محمد ﷺ کے قول و فعل کو وہ عین دین سمجھیں اور آپ ﷺ ہی کے طرزِ زندگی کو اللہ کا پسندیدہ طریقہ حیات تسلیم کریں اور اس سلسلے میں قرآن مجید نے متعدد مقامات پر اسکی وضاحت کی ہے : ﴿قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ﴾ (آل عمران : ۳۱) یعنی :

"آپؐ کہہ دیجئے کہ اگر تم واقعی اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا"۔
﴿لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ لمن کان یرجوا اللہ والیوم الآخر و ذکر اللہ کثیراً﴾ (الاحزاب :۲۱) "تحقیق تمہارے لئے اللہ کے رسول کے طرز زندگی میں بہترین نمونہ ہے' اس کے لیے جو امید رکھتا ہے اللہ کی اور آخرت کے دن کی اور اللہ کو بہت زیادہ یاد کرتا ہے"۔ ﴿فلا وربک لا یومنون حتی یحکموک فیما شجر بینھم ثم لا یجد وافی انفسھم حرجاًمما قضیت ویسلموا تسلیما﴾ (النساء :۶۵) یعنی : "تیرے رب کی قسم! وہ لوگ ہر گز اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے، جب تک کہ آپؐ کو منصف نہ مانیں ان جھگڑوں میں جو انکے درمیان پیدا ہوتے ہیں پھر نہ پائیں وہ اپنے دلوں میں تنگی آپؐ کے فیصلہ کی وجہ سے اور سر تسلیم خم کرلیں"۔ ﴿وما کان لمومن ولا مومنۃ اذاقضی اللہ ورسولہ امراًان یکون لھم الخیرۃ من امرھم ومن یعص اللہ ورسولہ فقد ضلالاً مبینا) (الاحزاب :۳۶)
" اور کسی مسلمان مرد اور عورت کو یہ حق نہیں ہے کہ جب اللہ اور اسکے رسول ﷺ کسی معاملہ میں فیصلہ کر دیں تو اس میں اسکو چون وچرا کا اختیار باقی رہے اور جس نے اللہ اور اسکے رسولؐ کی نافرمانی کی وہ کھلی گمراہی میں ہے"۔
﴿لقد منّ اللہ علی المومنین اذبعث فیھم رسولاً من انفسھم یتلوا علیھم اٰیاتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ﴾ (آل عمران :۱۶۴) "بے شک اللہ تعالی نے احسان کیا، مومنوں پر کہ بھیجا ان میں رسول انہیں میں سے جو پڑھتا ہے ان پر اس کی آیات اور انکو سنوارتا ہے اور انکو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے"
آنحضرت ﷺ کا کام صرف قرآن مجید کی آیات کا پڑھ کر سنانا ہی نہیں ہے بلکہ اس کے ساتھ کتاب و حکمت کی تعلیم بھی آپ کے فرائضِ رسالت میں داخل ہے۔
جمہور علمائے لغت کا متفقہ فیصلہ ہے کہ حکمت سے مراد قرآن مجید کے علاوہ شریعت کے وہ احکام اور دین کے وہ اسرار ہیں۔ جن پر اللہ نے آپؐ کو مطلع فرمایا ہے۔ امام شافعیؒ (م :۲۰۴) کہتے ہیں :
(ماسمعت من ارضی من اھل العلم بالقرآن یقول الحکمۃ سنۃ رسول اللہ ﷺ (الرسالہ :۲۴)
"میں نے قرآن مجید کے ان اہل علم سے جن کو پسند کرتا ہوں یہ سنا کہ حکمت آنحضرتؐ کی سنت کا نام ہے" قرآن مجید کے مجملات و مشکلات کی تفصیل اور عملی تشکیل آنحضرت ﷺ کے اقوال و اعمال اور آپ ﷺ کے احوال جانے بغیر نہیں ہو سکتی کیونکہ آپؐ "مبین" یعنی بیان کرنے والے ہیں۔ ارشاد باری تعالی ہے : ﴿و انزلنا الیک الذکر لتبین للناس مانزل الیھم﴾ (النحل :۴۴) " اور آپ ﷺ پر ہم نے یہ یاداشت نازل کی تاکہ جو کچھ انکی طرف اتارا گیا ہے، آپؐ اسکو کھول کر بیان کردیں"۔ قرآن مجید میں بیسیوں احکام مجمل بیان ہوئے ہیں یعنی وضو، غسل، نماز، روزہ، زکوۃ، حج، درود، دعا، جہاد، زکوۃ، ذکرِ الٰہی، اسی طرح نکاح، طلاق، بیع و شراء، اخلاق، معاشرت،

سیاسیات ملت، فصیل و قضایاو خصومات وغیرہ جملہ احکام دین کے متعلق کلی احکام موجود ہیں اور ان احکامات کی تشریح و تفصیل آنحضرت ﷺ نے فرمائی۔ اور آنحضرت ﷺ کی اطاعت اور سنت کا اتباع جس طرح آپؐ کے دورِ سعید میں کیا جاتا تھا، اسی طرح آپؐ کے بعد بھی ضروری ہے اور قرآن و حدیث میں اس کی بکثرت تاکید کی گئی ہے۔ آپؐ کا ارشاد ہے۔﴿ ترکت فیکم امرین لن تضلوا ماتمسکتم بھما کتاب اللہ و سنتی "(جامع بیان العلم : ۲/ ۱۸۰) یعنی : "میں نے تم میں دو چیزیں چھوڑی ہیں، جب تک ان کو مضبوطی سے پکڑے رہو گے، گمراہ نہ ہو گے، کتاب اللہ اور میری سنت۔

کتابت حدیث

منکرین حدیث کی طرف سے یہ اعتراض کیا جاتا ہے، کہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں حدیثیں قلمبند نہیں کی گئی تھیں اور آپ ﷺ نے اس کی ممانعت فرما دی تھی ان کا یہ اعتراض صحیح نہیں۔ حالانکہ آنحضرت ﷺ نے نہ صرف کتابتِ حدیث کی اجازت دی تھی، بلکہ بہت سے مواقع پر آپؐ کا حدیث لکھوانا بھی ثابت ہے۔

حجۃ الوداع میں آپؐ نے جو خطبہ ارشاد فرمایا تھا اور وہ خطبہ اسلام کے بہت سے اساسی احکام پر مشتمل تھا اور اسکو دوسروں تک پہنچانے کا آپؐ نے عام حکم دیا تھا۔ چنانچہ حدیث کی ان کتابوں میں جن میں اس خطبہ کا ذکر ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے " فلیبلغ الشاھد الغائب "بھی ہے۔ یعنی : "جو لوگ اس وقت موجود ہیں وہ ان لوگوں تک ان احکام کو پہنچا دیں جو موجود نہیں ہیں" اور اسی موقع پر ایک صحابیؓ نے آپ ﷺ سے درخواست کی کہ یارسول ﷺ یہ خطبہ مجھے لکھوا دیجئے تو آپؐ نے ارشاد فرمایا : "آکتبوا لابی شاہ"یعنی : "ابو شاہ کے لیے خطبہ لکھا جائے" (صحیح بخاری)

اس کے علاوہ اور بھی کئی ایسے واقعات حدیث کی کتابوں میں ملتے ہیں کہ آپؐ نے حدیث کی کتابت کی اجازت دی تھی۔ حافظ ابن عبدالبر قرطبیؒ کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کو جب ۱۰ھ میں نجران پر عامل بنا کر بھیجا تو ایک تحریر لکھوا کر ان کے حوالے کی جس میں صدقات، دیات، فرائض اور سنن کے مسائل درج تھے (جامع بیان العلم)

حدیث کا تحریری ذخیرہ بعض صحابہ کرامؓ نے عہدِ رسالتؐ میں حدیث کے تحریری مجموعے مرتب کئے تھے۔ جن کا ذکر حدیث کی کتابوں میں ملتا ہے۔

الصادقہ : یہ حدیث کا مجموعہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص نے مرتب کیا تھا۔ اور اس میں ایک ہزار احادیث درج تھیں اور حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص کا بیان ہے کہ میں نے یہ مجموعہ خود نبی کریم ﷺ کی زبان سے سن کر

لکھا ہے (سنن دارمی: ۶۸)

صحیفہ وائل بن حجرؓ : حضرت وائل بن حجرؓ مدینہ منورہ میں حاضر ہو کر اسلام لائے اور کچھ عرصہ آنحضرتؐ کی خدمت میں رہے جب واپس اپنے وطن جانے لگے تو آنحضرت ﷺ نے ایک صحیفہ لکھوا کر ان کے حوالے کیا۔ جس میں نماز، روزہ، شراب سود وغیرہ کے احکام درج تھے۔ (معجم صغیر طبرانی: ۲۴۱-۲۴۲)

ان کے علاوہ حضرت علیؓ، حضرت انسؓ، حضرت سعد بن عبادہؓ، حضرت سمرہؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ کے پاس بھی حدیث کے تحریری مجموعے تھے۔

تدوینِ حدیث : احادیثِ نبویہؐ کے بارے میں منکرینِ حدیث کی طرف سے یہ اعتراض بھی اٹھایا جاتا ہے کہ حدیث کی تدوین آنحضرت ﷺ کے عہد مبارک کے ڈیڑھ دو سو برس بعد ہوئی۔ منکرینِ حدیث کا یہ اعتراض بھی صحیح نہیں ہے حالانکہ تدوینِ حدیث کا آغاز عہدِ نبوی ﷺ میں ہو چکا تھا۔

مولانا سید سلیمان ندویؒ اپنے ایک مکتوب بنام مولانا عبدالماجدؒ دریا آبادی لکھتے ہیں:

" مسلمانوں کے اس فقرے کے معنی کہ حدیث کی تدوین ہجرت کے ڈیڑھ سو برس بعد ہوئی یہ ہے کہ تصنیف اور کتاب کی حیثیت میں ورنہ محض تحریر و کتابت کی حیثیت سے زمانہ نبوی ہی میں اس کی جمع و تحریر کا آغاز ہو چکا تھا۔ (مکتوباتِ سلیمانی: ۱/ ۱۲۲)

مولانا محمد اسحاق سندھیلوی سابق استاذ تفسیر ندوۃ العلماء لکھنؤ اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں:

" تحقیق یہ ہے کہ تدوینِ حدیث کا کام خود نبی اکرمؐ کے زمانہ سے شروع ہو چکا تھا۔ خلفائے راشدینؓ کے دور میں بھی یہ سلسلہ جاری رہا اور کوئی زمانہ بھی ایسا نہیں گزرا۔ جس میں یہ سلسلہ کلیتاً منقطع ہو گیا ہو۔ (ماہنامہ الفرقان لکھنؤ ذی قعدہ ۱۳۷۵ھ ص ۳۷)۔

جب خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ (م ۱۰۱ھ) ۹۹ھ میں مصبِ خلافت پر فائز ہوئے جن کی ذات سراپا اسلام کا اعجاز تھی۔ اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کی ایک نشانی تھی انہوں نے دیکھا کہ روافض و خوارج اور قدریہ وغیرہ نئے فرقے سر اٹھا رہے ہیں اس لئے حدیث کی تدوین کی باقاعدہ ضرورت ہے۔ چنانچہ آپ نے گورنر مدینہ قاضی ابوبکر بن عمرو بن حزم انصاری (م ۱۲۰ھ) جو ایک بلند پایہ عالم تھے۔ ان کو حدیث کی تدوین کی طرف توجہ دلائی اور لکھا: "انظر ما کان من حدیث رسول ﷺ فاکتبه لی فانی خفت دروس العلم و ذهاب العلماء" (صحیح بخاری) آنحضرت ﷺ کی جتنی حدیثیں تم کو ملی ہیں انکو تحریری شکل میں لے آؤ۔ اس لئے کہ مجھے اندیشہ ہے کہ علم مٹ جائے گا۔ اور علماء رخصت ہو جائیں گے"۔

حافظ ابن عبد البر کے حوالہ سے مولانا عبد الحی لکھنوی لکھتے ہیں :

"وکتب الی ابی بکر بن عمرو بن حزم ان یجمع السنن و یکتب الیہ بھا"
(مقدمہ التعلیق المجد : ۱۴) یعنی : "حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے ابو بکر بن عمرو بن حزم کو لکھا ہے کہ حدیثوں کو جمع کرو۔ اور انہیں لکھ کر میرے پاس بھیج دو"۔

مولانا عبد الحی لکھنویؒ نے حافظ ابو نعیم اصبھانیؒ کی تاریخ اصبہان کے حوالہ سے ان کا یہ قول نقل کیا ہے :

" کتب عمر بن عبدالعزیز الی الآفاق انظروا حدیث رسول اللہ ﷺ فاجمعوہ" (مقدمہ التعلیق المجد : ۱۴) یعنی : "حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے دور دور ملکوں کو یہ حکم لکھ بھیجا کہ رسول ﷺ کی حدیثوں کو تلاش کر کے جمع کر لو"۔ تدوین حدیث کا کام حضرت عمر بن عبد العزیز سے پہلے انفرادی اور شخصی طور پر ہوا تھا۔ اس کام کو حضرت عمر بن عبد العزیز نے قومی و ملی پیمانے پر سر انجام دیا ہے۔ مولانا عبد السلام ندویؒ مرحوم سابق رفیق (دار المصنفین اعظم گڑھ لکھتے ہیں : "صحابہ کرامؓ ہی کے زمانہ میں متن حدیث مدوّن ہو چکا تھا، اور حضرت عمر بن عبد العزیز نے انہی اجزائے پریشان کو ایک مجموعے کی صورت میں جمع کیا۔ (اسوۂ صحابہؓ : ۲ : ۳۱۰)

ائمہ حدیث : حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کے ذریعہ اللہ تعالی نے جمع و تدوین کا دروازہ کھولا۔ اور آئندہ چل کر اس سلسلہ کو بہت ترقی ہوئی۔ ائمہ حدیث نے حدیث کے بے شمار مجموعے مرتب کئے اور انکی بہت بڑی خدمت تھی۔

مولانا شاہ معین الدین احمد ندوی سابق رفیق دار المصنفین اعظم گڑھ ائمہ حدیث کی خدمات کے سلسلہ میں لکھتے ہیں : "عہد رسالت سے لے کر بعد کے ہر دور میں حدیث نبوی کی نقل و روایت کا سلسلہ جاری رہا۔ یہ حدیثیں پوری دنیائے اسلام میں بکھری ہوئی تھیں محدثین کرام کا یہ بڑا احسان ہے کہ انہوں نے اس زمانہ میں جب کہ سفر کی صعوبتیں بہت زیادہ تھیں اور سفر ہم معنی سقر سمجھا جاتا تھا۔ اور نہ ہی نشر و اشاعت کا موجودہ سامان تھا۔ تعلیم بھی محدود تھی، دنیائے اسلام کا چپہ چپہ چھان کر رسول اللہ ﷺ کے اقوال و افعال یعنی حدیث و سنت کو تحقیق و صحت کے پورے اہتمام کے ساتھ جمع و مرتب کیا۔ ان کے ردو قبول اور صحت و سقم کے جانچنے اور رواۃ کی جرح و تعدیل کے اصول بنائے اصولِ حدیث کا مستقل فن ایجاد کیا۔ ہزاروں راویانِ حدیث کے حالات صحت و تحقیق کے ساتھ قلمبند کئے۔ جو مسلمانوں کا بہت بڑا قابل فخر کارنامہ ہے"۔ (مقدمہ تذکرۃ المحدثین : ۱/ ۸)

یہ اللہ تعالی کا بڑا فضل و کرم اور اسلام کی اقبال مندی تھی۔ کہ اس کارِ عظیم کے لئے ایسے لوگ میدان میں آئے جو اپنے علم و فضل کے اعتبار سے اسلام کی تاریخ و روایات اور روحِ شریعت سے گہری واقفیت رکھتے تھے۔ اور عہدِ صحابہؓ اور اسلام کے پورے ذخیرے (قرآن و حدیث اور لغت و قواعد) پر کامل عبور رکھتے تھے۔